حرمين
رئاسة الشؤون الدينية
بالمسجد الحرام والمسجد النبوي

حج کا طریقہ

صفة الحج | أردو | اردو

تالیف
فضیلۃ الشیخ علّامہ محمد بن صالح العثیمین

ح جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات ، ١٤٤٦هـ

جمعية خدمة المحتوى الإسلامي
صفة الحج - أردو. / جمعية خدمة المحتوى الإسلامي - ط١. .-
الرياض ، ١٤٤٦هـ

٤٩ ص ؛ ..سم

رقم الإيداع: ١٤٤٦/١٧٧١٩
ردمك: ٩-٥١-٨٥٣٤-٦٠٣-٩٧٨

صفة الحج

حج کا طریقہ

تالیف:

فضیلۃ الشیخ علّامہ محمد بن صالح العثیمین

حج کا طریقہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اور میں درود و سلام بھیجتا ہوں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔ اما بعد:

حج کی آمد کے موقع پر میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں حج کے کچھ اہم احکام پیش کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہوئے کہ وہ ہم سب کے اعمال کو صرف اپنی رضا کے لیے خالص بنائے، انھیں نفع بخش اور اپنی قربت کا ذریعہ بنائے۔ بے شک وہ بہت سخی اور مہربان ہے۔

حج سے متعلق امور کا خلاصہ درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

۱- سفر سے متعلق احکام۔

۲- حج کب فرض کیا گیا؟ اور کن لوگوں پر فرض ہے؟

۳- جو شخص حج یا عمرہ کرنا چاہے تو وہ کہاں سے احرام باندھے؟

۴- حج کے اقسام اور ان میں سب سے افضل قسم کونسی ہے؟

۵- مختصر طور پر حجِ تمتع کا طریقہ، عمرہ کے احرام سے لے کر حج کے اختتام تک۔

۶- طوافِ وداع۔

۷- ممنوعاتِ احرام۔

۸-ان ممنوعات کے مرتکب کا حکم۔

۹-زیارت مسجدِ نبوی۔

سفر سے متعلق احکام

چونکہ حج کے لیے سفر ناگزیر ہے، بلکہ حقیقت میں حج خود ایک سفر ہے، اس لیے یہاں سفر سے متعلق چند اہم احکام پر بات کرنا ضروری ہے، سفر کے کچھ مخصوص شرعی احکام ہیں جن میں سب سے اہم نماز سے متعلق احکام ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(ا)طہارت سے متعلق احکام:

مسافر پر لازم ہے کہ اگر پانی دستیاب ہو تو وضو اور غسل کے لیے پانی سے طہارت حاصل کرے، لیکن اگر پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرے۔یعنی وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے، اس طرح کہ زمین پر ایک مرتبہ ہاتھ مارے، پھر پورے چہرے پر مسح کرے،اور انگلیوں کے سروں سے لے کر کلائی تک مسح کرے۔

اس طرح وہ مکمل طہارت حاصل کر لیتا ہے،(تیمم کی) یہ طہارت صرف انہی صورتوں میں ٹوٹتی ہے جن سے وضو ٹوٹتا ہے، یا جب پانی میسر آجائے۔ چنانچہ اگر کسی نے ظہر کی نماز کے لیے تیمم کیا اور وہ اسی طہارت پر عصر تک قائم رہا، تو عصر کی نماز

بھی بغیر نئے تیمم کے پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مغرب اور عشاء تک وہ اسی حالت میں رہا تو یہ دونوں نمازیں بھی بغیر نئے تیمم کے ادا کر سکتا ہے۔

اگر مسافر کو جنابت لاحق ہو جائے اور اُسے پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لے، جس سے اس کی جنابت رفع (ختم) ہو جائے گی۔ لیکن جب پانی دستیاب ہو جائے تو جنابت دوبارہ لوٹ آئے گی اور اُس پر غسل واجب ہو گا۔ اسی طرح اگر وہ پیشاب یا پاخانے کی وجہ سے بے وضو ہو جائے اور پانی نہ ملے، تو تیمم کر لے، جس سے وہ با وضو ہو جائے گا، لیکن جب پانی مل جائے گا تو اس کا وہ حدَث لوٹ آئے گا اور اس پر وضو کرنا لازم ہو گا، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: "پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو (کے پانی کے حکم میں) ہے، گرچہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے، پھر جب وہ پانی پالے تو وہ اللہ سے ڈرے اور اسے اپنی کھال (یعنی جسم) پر بہائے"۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے: "(پاک مٹی) مسلمان کو پاک کرنے والی ہے"۔ (امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو "حسن صحیح" کہا ہے)[1]۔ مسافر کو اجازت ہے کہ وہ اپنے موزوں پر تین

---

[1] ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب: الجنب یتیمم، حدیث نمبر (۳۳۲)، سنن ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء في التیمم للجنب، حدیث نمبر (۱۲۴)، سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب: الصلوات بتیمم واحد، حدیث نمبر (۳۲۳)، اور امام احمد نے (جلد ۵، صفحہ ۱۴۶) میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، جبکہ سب

دن اور تین راتیں مسح کرے، جب کہ مقیم کے لیے مسح کی مدت صرف ایک دن اور ایک رات ہے۔

(ب)فرض نماز کے متعلق احکام:

مسافر چار رکعت والی نمازیں ـــ یعنی ظہر، عصر اور عشاء ـــ دو رکعت ہی پڑھے، جب سے وہ اپنے شہر سے نکلے، یہاں تک کہ واپس اپنے شہر لوٹ آئے، خواہ اس کا سفر طویل ہو یا مختصر، صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: "ہم نے نبی ﷺ کے ہمراہ نکل کر مدینہ سے مکہ تک کا سفر کیا (یعنی: حجۃ الوداع کے موقع پر)، آپ اس سفر کے دوران مدینہ واپسی تک دو دو رکعت ہی پڑھتے رہے۔ راویٔ حدیث کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ لوگ مکہ مکرمہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، وہاں ہم نے دس دن قیام کیا تھا"۔[1]

سے پہلے جو الفاظ ذکر کیے گئے ہیں وہ بزار نے اپنی مسند (جلد ۹، صفحہ ۳۸۷) حدیث نمبر (۳۹۷۳) میں بیان کیے ہیں۔

[1] صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب ما جاء في التقصیر، حدیث نمبر (۱۰۸۱)، و صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، حدیث نمبر (۶۹۳)۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: "اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض کی تو حضر وسفر میں (ہر نماز کی) دو دو رکعتیں فرض کی تھیں، پھر نماز سفر اپنی اصلی حالت میں قائم رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا"۔[1]

انہیں کی ایک دوسری روایت میں ہے: "آغاز میں نماز صرف دو رکعت فرض ہوئی تھی، پھر نبی ﷺ نے ہجرت کی تو فرض نماز چار رکعت کر دی گئی، البتہ نماز سفر کو سابقہ حالت میں باقی رکھا گیا"۔[2]

اور صحیح مسلم میں ہے: "سفر کی نماز ویسی ہی رہی اور حضر کی بڑھا دی گئی"۔[3]

نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے سفر میں کبھی بھی نماز پوری (چار رکعت) پڑھی ہو۔ اسی بنا پر بہت سے اہلِ علم کا موقف ہے کہ مسافر کے لیے چار رکعت والی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھنا واجب ہے۔ اور صحیح بخاری میں عبد الرحمٰن بن یزید سے روایت ہے، انھوں نے کہا: "ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب: کیف فرضت الصلاۃ في الإسراء؟ حدیث نمبر (۳۵۰)، و صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، حدیث نمبر (۶۸۵)۔

[2] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب من این ارّخوا التاریخ؟ حدیث نمبر (۳۹۳۵)۔

[3] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین (۶۸۵/ ۲)۔

نے منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں، جب اس بات کا تذکرہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو انھوں نے اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت پڑھی ہے اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی منیٰ میں دو دو رکعت پڑھی ہے، کاش کہ چار رکعت کے بجائے میرے حصے میں وہی دو رکعت آئیں جو اللہ کے ہاں مقبول ہوں۔"[1]

چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سفر میں نماز پوری پڑھنے کو ایک مصیبت قرار دیا، کیونکہ آپ نے (یہ سن کر) "إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا، اور یہ واضح کیا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے دونوں صحابہ کی سنت اس کے بر خلاف تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے چھ یا آٹھ سال منیٰ میں قصر نماز پڑھتے رہے، پھر بعد میں آپ نے نماز پوری پڑھنی شروع کر دی، جیساکہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں مسافر والی نماز پڑھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب الصلاۃ بمنی، حدیث نمبر (۱۰۸۴)، و صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب قصر الصلاۃ بمنی، حدیث نمبر (۶۹۵)۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی آٹھ برس یا چھ برس تک (قصر پڑھی)"۔[1] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نماز پوری پڑھنا ایک اجتہاد تھا جو انہوں نے مناسب سمجھا، اس اجتہاد کے متعلق علمائے کرام کے اقوال و آثار مختلف ہیں۔

اگر مسافر کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے جو مکمل نماز پڑھ رہا ہو (یعنی مقیم ہو)، تو مسافر پر بھی پوری نماز پڑھنا واجب ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں موسیٰ بن سلمہ الہذَلی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: "میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ جب میں مکہ میں ہوں (یعنی سفر میں) اور امام کے ساتھ نماز نہ پڑھوں، تو پھر کتنی نماز پڑھوں؟ انھوں نے فرمایا کہ دو رکعت (نماز فرض) پڑھنا یہ ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے"۔[2]

اور صحیح مسلم ہی میں حضرت نافع سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "ابن عمر رضی اللہ عنہ جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور جب اکیلے پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے"۔[3]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب قصر الصلاۃ بمنی (۶۹۴/۱۸)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ المسافرین وقصرها، حدیث نمبر (۶۸۸)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب قصر الصلاۃ بمنی (۶۹۴/۱۷)۔

چاہے مسافر امام کے ساتھ نماز کی ابتدا سے شامل ہو یا دورانِ نماز سے، دونوں صورتوں میں (پوری نماز پڑھنا لازم ہے)، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا عام ارشاد ہے: "جتنی نماز تمھیں ملے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے (جماعت ختم ہونے کے بعد) پوری کرلو"۔[1]

رہا مسافر کا ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھنا تو یہ سنت ہے جب وہ سفر کی حالت میں ہو، یعنی جب وہ سفر میں چل رہا ہو، کیونکہ (صحیح بخاری) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر ظہر و عصر کی نماز اور مغرب و عشاء کی نماز کو ملا کر پڑھ لیتے تھے"۔[2]
لیکن اگر مسافر کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہو (یعنی مقیم ہو)، تو سنت یہ ہے کہ وہ نمازیں جمع کر کے نہ پڑھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں نمازیں جمع نہیں کی تھیں، اس لیے کہ آپ وہاں ٹھہرے ہوئے تھے، البتہ اگر وہ (ٹھہرا ہوا مسافر) نمازیں جمع کر

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب لا یسعی إلی الصلاۃ، حدیث نمبر (٦٣٦)، اور باب قول الرجل: فاتتنا الصلاۃ، حدیث نمبر (٦٣٥) و صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب إتیان الصلاۃ بوقار وسکینۃ، (٦٠٢) (٦٠٣) یہ حدیث ابو ھریرۃ وابو قتادۃ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔
(2) صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب الجمع في السفر بین المغرب والعشاء، حدیث نمبر (١١٠٧) معلقًا۔

لے تو کوئی حرج نہیں، خاص طور پر جب کسی ضروری کام کی وجہ سے اسے جمع کرنا پڑے، یا نیند کی وجہ سے آرام کی حاجت ہو، اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"نبی کریم ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے جو آپ کے لیے مکہ کے مقام "ابطح" میں نصب تھا۔ ابو جحفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت وادئ بطحاء کی طرف تشریف لے گئے، آپ نے وضو کیا پھر ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں ادا کیں"۔[1]

صحیح مسلم میں سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک سفر میں نمازوں کو جمع کیا، چنانچہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء ملا کر پڑھی، سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے کہا تاکہ آپ کی امت کو تکلیف نہ ہو"۔[2] (صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اسی کے ہم معنی، پوری تفصیل کے ساتھ روایت موجود ہے)۔[3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب باب صفة النبي ﷺ، حدیث نمبر (۳۵۵۳)، اور صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ باب سترۃ المصلي، حدیث نمبر (۵۰۳)۔

[2] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین باب الجمع بین الصلاتین في الحضر (۷۰۵/ ۵۱)۔

[3] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین باب الجمع بین الصلاتین في الحضر (۷۰۶)۔

اور حدیث میں وارد لفظ "یحرج أمته" کا معنی: اپنی امت کو تنگی وتکلیف میں ڈالنا۔

(ج) نفل نماز کے احکام:

مسافر کے لیے بھی نفل نمازیں پڑھنا مشروع ہے، جس طرح مقیم نفل ادا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ تہجد، وتر، نمازِ اشراق، تحیۃ المسجد، اور نمازِ کسوف ادا کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تو نمازِ مغرب کو مؤخر فرماتے پھر اس کی تین رکعات پڑھ کر سلام پھیرتے، پھر اس کے بعد کچھ دیر ٹھہرتے حتی کہ عشاء کی اقامت کہتے اور اس کی دو رکعت پڑھتے پھر سلام پھیرتے، اور عشاء کے بعد سنت وغیرہ نہ پڑھتے یہاں تک کہ پھر آدھی رات کے وقت تہجد کے لیے کھڑے ہوتے"۔[1]

صحیحین میں سعید بن یسار سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "میں طریق مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ سفر کر رہا تھا، سعید کہتے ہیں: جب مجھے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب هل یؤذن أو یقیم إذا جمع بین المغرب والعشاء؟ حدیث نمبر (۱۱۰۹)، اور صحیح مسلم مختصرًا، کتاب صلاۃ المسافرین باب جواز الجمع بین الصلاتین في السفر، حدیث نمبر (۷۰۳)۔

صبح ہونے کا خدشہ لاحق ہوا تو سواری سے اتر کر میں نے وتر ادا کی، پھر ان سے جا ملا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا: مجھے صبح کا خدشہ لاحق ہوا تو اتر کر وتر ادا کرنے لگا تھا۔ اس پر انھوں نے کہا: کیا تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی میں اچھا نمونہ نہیں ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! کیوں نہیں! تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اونٹ پر ہی وتر پڑھ لیا کرتے تھے"۔[1]

صحیحین میں عبد الرحمن بن ابی لیلی سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا: "ام ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہمیں کسی شخص نے نہیں بتایا کہ اس نے نبی ﷺ کو (دورانِ سفر) چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے اور آٹھ رکعات ادا کیں"۔[2]

صحیحین میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الوتر، باب الوتر علی الدابۃ، حدیث نمبر (۹۹۹)، اور صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر (۷۰۰/۳۶)۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوات، حدیث نمبر (۱۱۰۳)، اور صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی (۳۳۶/۸۰)۔

فرمایا:"تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کیے بغیر نہ بیٹھے"۔[1]

اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سورج گرہن کی نماز کے واقعے کے بارے میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یقینًا سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں، کسی کی موت وحیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا، جب تم گرہن لگا ہوا دیکھو تو اللہ سے التجا کرتے ہوئے نماز کی طرف آجاؤ"۔[2]

یہ دونوں احادیث عام ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان میں کسی خاص وقت کو مخصوص نہیں کیا، اور نہ ہی اقامت (مقیم ہونے) کو سفر سے الگ کیا۔

صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے کہا: "نبی ﷺ سواری کی حالت میں بغیر قبلہ رو ہوئے نفل نماز پڑھ لیتے تھے"۔[3]

---

(1) صحیح بخاری، کتاب التہجد باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، حدیث نمبر (۱۱۶۳)، اور صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب تحیۃ المسجد، حدیث نمبر (۷۱۴)۔

(2) صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب خطبۃ الإمام في الکسوف، حدیث نمبر (۱۰۴۶)، اور صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب صلاۃ الکسوف، حدیث نمبر (۹۰۱)۔

(3) صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب صلاۃ التطوع علی الدواب، حدیث نمبر (۱۰۹۴)۔

اور حدیث میں وارد لفظ 'التطوع' میں جو 'ال' ہے، وہ جنس کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور استغراق کے لیے بھی۔ دوسرے معنی کو یہ بات تقویت دیتی ہے کہ اصل یہی ہے کہ نوافل کی مشروعیت باقی رہتی ہے، جب تک اس کے ترک کی کوئی دلیل نہ آجائے۔ اور ہماری معلومات کے مطابق ترک کی دلیل صرف ظہر، مغرب اور عشاء کی سنتِ موکدہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: "میں مکہ کے راستہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا تو انھوں نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں پھر وہ آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ آئے یہاں تک کہ اپنے پڑاؤ کی جگہ پہنچے اور بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے تو ان کی نگاہ اس طرف پڑی جہاں نماز پڑھی تھی، کچھ لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا یہ کیا کر رہے ہیں، میں نے کہا کہ سنتیں پڑھ رہے ہیں، تو انھوں نے کہا: مجھے سنت پڑھنی ہوتی تو میں نماز ہی پوری پڑھتا، پھر فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا تو آپ نے دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دار فانی سے بلا لیا اور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا تو انھوں نے دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلا لیا اور میں

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا انھوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلا لیا اور عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ رہا انھوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی بلا لیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ... ﴿٢١﴾ ﴾"یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے"۔[احزاب:٢١][1]

مغرب اور عشاء کو جمع کرنے سے متعلق پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں نمازوں کی سنت مؤکدہ (راتبہ) نہیں پڑھا کرتے تھے۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول:"اگر مجھے سنت پڑھنی ہوتی تو میں نماز ہی پوری پڑھتا" کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں فرض نماز کے ساتھ اس کی سنت راتبہ (مؤکدہ) مکمل کرنے کا ارادہ رکھتا، تو پھر فرض کو مکمل (یعنی چار رکعت) ہی پڑھتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے کہ وہ اپنی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ المسافرین وقصرھا، حدیث نمبر (٦٨٩)، اسی طرح صحیح بخاري میں مختصراً مروی ہے کتاب التقصیر، باب من لم یتطوع في السفر دبر الصلاۃ، حدیث نمبر (١١٠١-١١٠٢)۔

[2] اس کا ذکر پہلے (صفحہ:٩ پر) گزر چکا ہے۔

سواری پر نفل نمازیں پڑھتے تھے، وتر بھی پڑھتے تھے، اور یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں جو ابواب قائم کیے ہیں، ان میں یہ ابواب شامل ہیں: "باب: جو دورانِ سفر نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل نہیں پڑھتا۔" اور "باب: جو شخص نمازوں سے پہلے اور بعد کی سنتوں کے سوا دیگر نوافل پڑھتا ہے۔"

رہی فجر کی سنت، تو وہ حضر و سفر ہر حالت میں ادا کرنا چاہیے، کیونکہ نبی ﷺ نوافل میں سے کسی کا اس قدر اہتمام نہیں کرتے تھے جتنا فجر کی دو سنتوں کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی ان کو ترک نہیں کرتے تھے، جیسا کہ (صحیح بخاری) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت (فتح الباری، جلد: ۳، صفحہ: ۴۲) میں موجود ہے۔[۱]

صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، اور انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ وہ سب فجر کی نماز سے اس وقت تک

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر، حدیث نمبر (۱۱۶۹)، اور صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب ركعتي سنة الفجر (۷۲۴/ ۹۴)۔

سوئے رہے جب تک سورج طلوع نہ ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اس جگہ سے روانہ ہو جائیں، چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو گئے، پھر نبی ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اور وضو کیا، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے (فجر کی سنت) دو رکعتیں ادا کیں، پھر فجر کی فرض نماز پڑھی، چنانچہ ویسا ہی کیا جیسا آپ ﷺ ہر روز کیا کرتے تھے"۔[1]

اسی معنی کی حدیث صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[2]

ہم نے مسافر کی نفل نمازوں کے بارے میں گفتگو اس لیے طویل کی، کیونکہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسافر کے لیے بالکل بھی نفل نماز پڑھنی جائز نہیں۔ جبکہ ہم نے جو دلائل ذکر کیے، ان سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صرف ظہر، مغرب اور عشاء کی سنت مؤکدہ مسافر کے لیے مشروع نہیں، جبکہ باقی تمام نفل نمازیں اپنی مشروعیت پر قائم ہیں۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ (٦٨١)۔

(2) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ (٦٨٠)۔

مسافر دورانِ سفر اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ سکتا ہے، چاہے اس کا رخ کسی بھی جانب ہو، خواہ قبلہ کی طرف نہ بھی ہو، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: "نبی ﷺ اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کرکے (نفل) نماز پڑھتے تھے، اور جب فرض نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے نیچے اتر کر قبلے کی طرف منہ کرتے۔"[1]

سفر کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ مسافر کے ساتھ کچھ ساتھی ہوں، تاکہ سفر میں دل لگے اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے کام آ سکیں، لہٰذا کسی شخص کو تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے، الاّ یہ کہ کوئی ضرورت پیش آجائے یا کوئی دینی مصلحت ہو، جیسے اللہ کے راستے میں جہاد اور اس جیسا کوئی اور مقصد۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کا وہ نقصان معلوم ہو جائے جس کا مجھے علم ہے تو کوئی سوار رات کو اکیلا سفر نہ کرے۔"[2]

اور مسافر کے لیے مناسب ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا دستاویزی ثبوت موجود ہو

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب ینزل للمکتوبۃ، حدیث نمبر (۱۰۹۹)۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب السیر وحدہ، حدیث نمبر (۲۹۹۸)۔

جو اس کا نام اور پتہ ظاہر کرتا ہو، تاکہ اگر کسی حادثے یا کسی اور وجہ سے اسے کوئی نقصان پہنچ جائے، تو اس کی شناخت مخفی نہ رہے۔

سفر کے احکام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں، چاہے سفر طویل ہو یا مختصر، چاہے وہ حج کے لیے ہو یا کسی اور مقصد کے لیے، چاہے وہ جوان خوبصورت عورت ہو یا بوڑھی بدصورت، چاہے اس کے ساتھ اس کی قریبی رشتہ دار خواتین یا سہیلیاں ہوں یا نہ ہوں، چاہے اس کے سفر کے محفوظ ہونے کا غالب گمان ہو یا نہ ہو، اور چاہے وہ ہوائی جہاز سے سفر کرے یا کسی اور ذریعے سے، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: "کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر اس حالت میں کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتے دار ہو۔ اور عورت محرم رشتے دار کے بغیر سفر نہ کرے۔" یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لیے نکل چکی ہے جبکہ میں نے اپنا نام فلاں فلاں غزوے کے لیے لکھوا دیا ہے (اب میرے لیے کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اور اپنی بیوی

کے ساتھ حج کرو"۔[1]

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے عورت کو بغیر محرم سفر کرنے سے مطلق طور پر منع فرمایا، اور اس ممانعت کو کسی خاص سفر، کسی خاص عورت یا کسی خاص حالت کے ساتھ مشروط نہیں کیا۔ اور نہ ہی اُس شخص سے اُس کی بیوی کے بارے میں کوئی تفصیل پوچھی۔

محرم: عورت کا خاوند یا ہر وہ شخص جس کے لیے اس سے نکاح کرنا کسی قرابت داری، یا رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے ابدی طور پر حرام ہو۔

قرابت داری یا رضاعت کے سبب محرم بننے والے (افراد) سات ہیں: باپ اور اوپر کے دادا پر دادا، بیٹا اور اس کی اولاد، بھائی اور اس کا بیٹا (بھتیجا) اور اس کی نسل، بھانجا اور اس کی نسل، چچا اور اوپر کے بزرگ، ماموں اور اوپر کے بزرگ۔

سسرالی رشتوں (مصاہرت) کی بنا پر محرم بننے والے افراد چار ہیں: عورت کے شوہر کا باپ، چاہے جتنا اوپر ہو، عورت کے شوہر کا بیٹا، چاہے جتنا نیچے ہو، عورت کی بیٹی کا شوہر (داماد)، چاہے بیٹی جتنی بھی نیچی نسل میں ہو، عورت کی ماں کا شوہر، چاہے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب من اکتتب في جيش، فخرجت امرأته حاجة، حدیث نمبر (۳۰۰۶)، اور صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، حدیث نمبر (۱۳۴۱)۔

ماں جتنی بھی اوپر ہو — لیکن یہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس شوہر نے ماں سے ازدواجی تعلق قائم کیا ہو (یعنی اس سے مباشرت کی ہو)۔

محرم کا بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے، اس لیے نابالغ بچہ یا مجنون (پاگل) محرم کے طور پر کافی نہیں، ان کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

لہٰذا جس عورت کے پاس محرم موجود نہ ہو' اس پر حج فرض نہیں ہوتا' کیوں کہ وہ حج کے لیے (شریعت کے مطابق) سفر کی استطاعت نہیں رکھتی ہے۔

حج کب فرض ہوا؟

حج نو یا دس ہجری میں فرض ہوا، اہلِ علم کی رائے کے مطابق یہی راجح قول ہے، کیونکہ اس کا فرض ہونا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہے:

﴿ ... وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾ ﴾

"اللہ نے ان لوگوں پر، جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں، اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔ اور جو کوئی کفر کرے، تو اللہ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے" [آل عمران:۹۷]۔

اور یہ آیت سورہ آلِ عمران کی ابتدائی آیات میں سے ہے، جو نویں ہجری میں عام الوفود کے سال نازل ہوئی تھی۔

اور حج کی فرضیت میں تاخیر کی حکمت — واللہ اعلم — یہ تھی کہ مکّہ (اسے اللہ مزید شرف عطا فرمائے) اس سال سے پہلے تک قریش کے مشرکوں کے قبضے میں تھا، اس لیے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ مکمل اور درست طریقے سے حج ادا کر سکیں، اور عمرہ حدیبیہ کا واقعہ بھی کچھ زیادہ پرانا نہیں، چھ ہجری میں قریش کے مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو عمرہ مکمل کرنے سے روک دیا تھا۔

حج ہر اُس مسلمان پر فرض ہے جو بالغ، عاقل ہو اور مالی و جسمانی طور پر اس کی استطاعت رکھتا ہو۔

نابالغ بچے پر حج فرض نہیں، لیکن اگر وہ حج کرے تو اس کا حج درست ہے اور اسے نفل حج کا ثواب ملے گا، البتہ جب وہ بالغ ہو جائے تو اس پر فرض حج ادا کرنا لازم ہو گا، کیونکہ بلوغت سے پہلے کیا ہوا اس کا حج اس وقت کا ہے جب شریعت نے اسے حج کا مکلف (ذمہ دار) نہیں بنایا تھا، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی فرض نماز اُس کے مقررہ وقت سے پہلے ادا کرے۔

اور جو شخص مالی طور پر حج کی استطاعت نہیں رکھتا — جیسے فقیر یا غلام — تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ...مَنِ ٱسۡتَطَاعَ إِلَيۡهِ سَبِيلٗاۚ... ﴾ ﴿٩٧﴾

"جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں"۔

اور جو شخص غیر مستطیع ہے، لہٰذا اس پر حج فرض نہیں ہے۔

رہا وہ شخص جو صرف جسمانی طور پر حج سے عاجز ہو، تو اگر اس کی کمزوری ایسی ہو جس کے ختم ہونے کی امید نہ ہو — جیسے بڑھاپا یا دائمی بیماری — تو وہ کسی کو اپنی طرف سے حج کا وکیل بنائے گا۔ لیکن اگر اس کی کمزوری وقتی ہو — جیسے عارضی بیماری — تو وہ صحت یاب ہونے کا انتظار کرے، پھر خود حج کرے۔ اور اگر صحت یاب ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اس کی طرف سے حج کیا جائے گا۔

جب کسی مسلمان پر حج فرض ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً حج ادا کرے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام جب کسی خاص وقت کے ساتھ مشروط نہ ہوں اور ان میں تاخیر کی اجازت دینے والی کوئی دلیل نہ ہو تو وہ فوراً بجالانے کے لیے ہوتے ہیں، اس کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے فرمایا: "فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے جلدی کرو، کسی کو معلوم نہیں کہ اس کو کیا پیش آجائے۔"[1] اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں کچھ ضعف (کمزوری) ہے، لیکن حج کی فوری ادائیگی سے متعلق عمومی دلائل موجود ہیں جو اس حدیث کی تائید کرتے ہیں۔

جو شخص حج یا عمرہ کرنا چاہے تو وہ کہاں سے احرام باندھے؟

جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ کرے، وہ ان مخصوص حدود (مواقیت) سے احرام باندھے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کی ہیں، اور یہ پانچ ہیں:

میقات اول: ذوالحلیفہ، جس کو ابیار علی بھی کہتے ہیں، یہ مدینہ والوں کی اور جو اس راستہ سے گزریں ان کی میقات ہے۔

میقات دوم: جحفہ، جو ایک قدیم بستی تھی اور اب ویران ہو چکی ہے، اس کی جگہ لوگوں نے مقام 'رابغ' کو میقات مقرر کر لیا ہے—یہ اہلِ شام اور اُن کی میقات ہے جو یہاں سے گزریں، بشرطیکہ وہ اس سے پہلے ذوالحُلیفہ سے نہ گزرے ہوں۔

میقات سوم: یلملم، یہ تہامہ میں ایک پہاڑ یا جگہ کا نام ہے، اس کو سعدیہ بھی کہتے ہیں، یہ اہلِ یمن اور جو اس راستہ سے گزریں ان کی میقات ہے۔

[1] مسندِ امام احمد (۱/ ۳۱۴)۔

میقات چہارم: قرن المنازل، جس کو سیل بھی کہتے ہیں، یہ اہلِ نجد اور جو اس راستہ سے گزریں ان کی میقات ہے۔

میقات پنجم: ذات عرق، جس کو ضریبہ بھی کہتے ہیں، یہ اہل عراق اور جو اس راستہ سے گزریں ان کی میقات ہے۔

لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی میقات سے گزرے اور اس کا ارادہ حج یا عمرہ کرنے کا ہو، تو اس پر وہیں سے احرام باندھنا واجب ہے۔

اور جو شخص ہوائی راستے یا سمندر کے راستے سے ان مواقیت کے برابر سے گزرے، تو اس پر لازم ہے کہ جب وہ ان کے برابر پہنچے تو وہیں سے احرام باندھے، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ احرام باندھنے میں تاخیر کرے یہاں تک کہ ہوائی اڈے پر اترے یا بندرگاہ پر پہنچے، کیونکہ یہ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنا ہے۔

﴿...وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ٢٢٩﴾

"اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں"۔[البقرة:٢٢٩]۔

مذکورہ میقاتوں کے مقابلے میں جو لوگ مکہ کے قریب رہتے ہیں وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں گے، اور مکہ والے خود مکہ سے احرام باندھیں گے، سوائے عمرہ کی صورت میں، اس لیے کہ جو لوگ حرم کے پاس ہیں وہ قریب ترین حِل میں جا کر

احرام باندھیں گے، اس لیے کہ نبی ﷺ نے عبد الرحمن بن ابو بکر سے فرمایا: "اپنی بہن-عائشہ رضی اللہ عنہا-کو (جب انھوں نے عمرہ کرنے کی خواہش ظاہر کی) حرم سے باہر لے جاؤ، وہاں جا کر وہ عمرہ کا احرام باندھیں"۔[1]

اور جو شخص ان مواقیت سے اس حال میں گزرے کہ اس کا ارادہ نہ حج کا ہو اور نہ عمرے کا- جیسے کہ تجارت، کسی رشتہ دار کی زیارت، یا علم حاصل کرنے کی غرض سے جا رہا ہو، یا کسی اور دنیوی مقصد کے لیے- تو اس پر احرام باندھنا واجب نہیں، کیونکہ حج اور عمرہ زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتے ہیں، اور احرام صرف حج یا عمرے کی نیت سے ہی باندھا جاتا ہے۔

حج کے اقسام اور ان میں سے افضل قسم

حج کی تین قسمیں ہیں: تمتع، قران اور افراد۔

تمتع: یہ ہے کہ آدمی حج کے مہینوں میں -شوال شروع ہونے کے بعد- عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ سے فارغ ہو جائے، پھر اسی سال (حج کے وقت) حج کے لیے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالی:﴿ ٱلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَٰتٌ ﴿١٩٧﴾ ﴾حدیث نمبر:(١٥٦٠)، اور صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام، (١٢١١/ ١٢٣)عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے۔

دوبارہ احرام باندھ کر حج کرے۔

قِران: یہ ہے کہ آدمی حج اور عمرہ کو جمع کرے، یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے، یا پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے، پھر طواف شروع کرنے سے قبل حج کو بھی اپنے احرام میں داخل کرلے۔

افراد: یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف حج کا احرام باندھے۔

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ انسان کو ان تینوں طریقوں (تمتع،قِران اور افراد) میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی اجازت ہے، البتہ ان میں سے افضل کون سا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ درست بات یہ ہے کہ تمتع افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو اسی کا حکم دیا اور اسی کی ترغیب دی، نیز یہ اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ اس میں زیادہ عبادت شامل ہوتی ہے، کیونکہ انسان عمرہ کے تمام اعمال بھی ادا کرتا ہے اور حج کے بھی، اور یہ ان لوگوں کے لیے نسبتاً آسان ہے جو مکہ مکرمہ جلدی پہنچ جاتے ہیں، کیونکہ وہ عمرہ وحج کے مابین حلال ہو کر تحلل سے فائدہ اٹھالیتے ہیں۔

حج تمتع کی صورت میں شکرانے کی قربانی واجب ہے نہ کہ کفارے کی، جانور وہی ہونا چاہیے جو قربانی میں جائز ہو، جیسے ایک بکری، یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ، یہ قربانی عید کے دن یا اس کے بعد کے تین دنوں میں کی جائے، اور اسے منیٰ میں یا مکہ

مکرمہ میں تقسیم کیا جائے، اور حاجی خود بھی اس میں سے کھا سکتا ہے۔ اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے حج کے دوران رکھے، اور یہ روزے عید کے بعد کے تین دنوں سے آگے نہ جائیں، اور باقی سات روزے واپسی پر رکھے۔

حج قران کرنے والا بھی قربانی دینے یا اس کے بدلے روزے رکھنے میں حج تمتع کرنے والے کی طرح ہے۔

مختصر طور پر حِج تمتع کا طریقہ، عمرہ کے احرام سے لے کر حج کے اختتام تک

(ا) عمرہ

ا- جب حاجی عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو وہ پہلے جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے، اپنے سر اور داڑھی میں بہترین سے بہترین خوشبو لگائے، اور دو سفید کپڑے یعنی چادر اور ازار پہن لے۔ عورت جو بھی کپڑے چاہے پہن سکتی ہے، شرط یہ کہ وہ زیب وزینت سے پاک ہو۔

۲- پھر اگر فرض نماز کا وقت ہو تو وہ فرض نماز ادا کرے، تاکہ اس کے بعد احرام باندھ سکے، اور اگر فرض نماز کا وقت نہ ہو تو وضو کی سنت کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھے، نہ کہ احرام کی سنت کی نیت سے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے احرام کے لیے کوئی مخصوص سنت (نماز) ثابت نہیں ہے۔

۳- پھر جب نماز سے فارغ ہو جائے تو عمرہ کی نیت کرے، اور یوں کہے: (لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ عُمْرَةً)

"میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک وسا جھی نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریفیں، سبھی نعمتیں اور تمام بادشاہت تیری ہے، تیرا کوئی شریک وسا جھی نہیں، اے اللہ میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں"۔

مرد بلند آواز سے تلبیہ کہے، جب کہ عورت دھیمی آواز سے تلبیہ کہے۔

تلبیہ کثرت سے پڑھنا سنت ہے، یہاں تک کہ طواف شروع کر دے، تو تلبیہ بند کر دے۔

۴- جب مکہ پہنچے تو فوراً طواف سے آغاز کرے، اور حجرِ اسود کے پاس جائے، پھر اسے دائیں ہاتھ سے چھوئے اور اگر ممکن ہو تو بوسہ دے، بشرطیکہ ہجوم نہ ہو، اور اگر بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو صرف دور سے اشارہ کرے اور تکبیر (اللہ اکبر) کہے۔

پھر وہ مڑ جائے اور بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھتے ہوئے طواف کرے، جب رکنِ یمانی کے پاس پہنچے ـــ جو کہ حجرِ اسود کے بعد آنے والا آخری کونا ہے ـــ تو اگر ممکن ہو تو اسے اپنے دائیں ہاتھ سے چھوئے، لیکن اسے بوسہ نہ دے۔

پھر سات چکر طواف کرے، مرد پہلے تین چکروں میں رَمل کرے، اور پورے طواف کے دوران اضطباع کرے۔

"رمل" کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیزی سے چلنا۔

"اضطباع" یہ ہے کہ اپنی چادر کے درمیانی حصے کو دائیں بغل کے نیچے سے گزارے اور دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال دے۔

طواف کے دوران اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح بیان کرے، خشوع و خضوع کے ساتھ دل جمعی سے اپنی پسند کی دعائیں مانگے، اور جب بھی حجرِ اسود کے قریب پہنچے تو تکبیر (اللہ اکبر) کہے، رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے:

﴿...رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿٢٠١﴾﴾

"ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا"۔[البقرہ:۲۰۱]

طواف کے ہر چکر کے لیے کوئی مخصوص دعا مقرر کرنے کی سنتِ نبوی میں کوئی اصل نہیں، بلکہ یہ ایک ایجاد کردہ بدعت ہے۔

۵- طواف پورا کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے،

چاہے مقامِ ابراہیم سے کچھ دور ہی کیوں نہ ہو۔ پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورہ الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے۔

۶- پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، یعنی ان دونوں کے درمیان سات چکر لگائے، سعی کی ابتدا صفا سے کرے اور اختتام مروہ پر ہو۔

سنت یہ ہے کہ صفا اور مروہ پر چڑھے، قبلہ رخ کھڑے ہو، دونوں ہاتھ بلند کرے، اللہ کا ذکر کرے اور دعا مانگے۔

اور مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ سعی کے دوران دونوں سبز نشانوں کے درمیان تیز رفتاری سے چلے (یعنی دوڑے)۔

۷- جب سعی مکمل کرلے تو اپنے سارے سر کے بال کٹوائے، جبکہ عورت صرف ایک پور کے برابر بال کاٹے۔

اس کے ساتھ ہی عمرہ مکمل ہو گیا، اور وہ احرام کی حالت سے نکل گیا، اب وہ ہر اُس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جو احرام سے پہلے اللہ نے اس کے لیے حلال کی تھیں، جیسے عام لباس پہننا، خوشبو لگانا، نکاح کرنا وغیرہ۔

(ب) حج

۱- جب یومِ ترویہ (یعنی ۸ ذوالحجہ) کا دن آئے، تو حاجی اپنی اسی جگہ سے حج کا احرام

باندھے جہاں وہ مقیم ہو، اور احرام باندھتے وقت وہی طریقہ اختیار کرے جو عمرہ کے احرام کے وقت کیا تھا، یعنی غسل کرے، خوشبو لگائے، اور احرام کے کپڑے پہنے۔

۲- پھر جب ان امور سے فارغ ہو جائے تو حج کی نیت کرے، اور یوں کہے:

(لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ حَجًّا)

"میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک وساجھی نہیں میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریفیں، سبھی نعمتیں اور تمام بادشاہت تیری ہے، تیرا کوئی شریک وساجھی نہیں، اے اللہ میں حج کے لیے حاضر ہوں۔"

مرد بلند آواز سے تلبیہ کہے، جب کہ عورت دھیمی آواز سے تلبیہ کہے۔

تلبیہ کثرت سے کہنا سنت ہے، اور یہ سلسلہ عید کے دن جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک جاری رہتا ہے، پھر تلبیہ کہنا بند کر دے۔

۳- پھر منیٰ کی جانب کوچ کرے، اور وہاں پہنچ کر ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کرے، چار رکعت والی نمازوں کو قصر کر کے دو رکعت پڑھے، لیکن نمازوں کو جمع نہ کرے۔

۴- جب نویں تاریخ (یومِ عرفہ) کی صبح سورج طلوع ہو جائے تو حاجی منیٰ سے

عرفات کے لیے روانہ ہو جائے، اور اگر ممکن ہو تو زوال (دوپہر) تک نمرہ میں قیام کرے، بصورتِ دیگر عرفات میں ہی ٹھہرے۔ جب سورج زوال پزیر ہو جائے تو ظہر اور عصر کی نمازیں قصر اور جمع کر کے ایک ساتھ ادا کرے۔ اس کے بعد اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائے، قبلہ رخ ہو کر دعا کرے، چاہے جبلِ رحمت اس کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو، یہ عمل غروبِ آفتاب تک جاری رکھے۔

۵- جب سورج غروب ہو جائے تو مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے، وہاں مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی دو رکعت نماز ادا کرے، اور رات بھر وہیں قیام کرے، پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اللہ کے ذکر اور دعا میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح روشن ہو جائے۔

۶- جب خوب روشنی پھیل جائے تو منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے، اور وہاں پہنچ کر سب سے پہلے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارے، جو مکہ کے قریب ترین جمرہ ہے، اسے سات کنکریاں مسلسل مارے، ہر کنکری چنے سے کچھ بڑی ہو، اور ہر کنکری کے ساتھ خشوع اور اللہ کی تعظیم کے ساتھ تکبیر (اللہ اکبر) کہے۔

جب جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے سے فارغ ہو جائے تو اگر ممکن ہو تو اپنی قربانی کرے، پھر اپنا سر مکمل منڈوائے یا بال چھوٹے کرائے، اور سر منڈوانا افضل ہے، البتہ

عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں میں سے صرف ایک پور کے برابر کاٹے۔

کنکریاں مارنے اور سر منڈوانے یا بال چھوٹے کرانے کے بعد پہلا تحلل حاصل ہو جاتا ہے، اب وہ عام لباس پہن سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے، اور ہر اُس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جو احرام سے پہلے اللہ نے اس کے لیے حلال کی تھیں، سوائے عورتوں سے تعلق رکھنے کے، کیونکہ ان سے متعلقہ تعلقات تب تک حلال نہیں ہوں گے جب تک دوسرا تحلل نہ حاصل ہو جائے۔

پھر وہ مکہ آئے اور طوافِ حج کرے، اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، جیسا کہ عمرہ کے طواف اور سعی میں طریقہ بیان ہوا، فرق صرف یہ ہے کہ اس طواف میں رَمل اور اضطباع نہ کرے کیونکہ رمل اور اضطباع صرف اُس طواف میں مشروع ہیں جو مکہ آمد کے وقت کیا جاتا ہے۔

طواف اور سعی، جو جمرہ کو کنکریاں مارنے اور حلق یا قصر کے بعد کیے گئے ہوں، ان کے مکمل ہونے سے دوسرا تحلل حاصل ہو جاتا ہے، اور اب وہ ہر اُس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جو احرام سے پہلے اللہ نے اس کے لیے حلال کی تھیں، یہاں تک کہ عورتوں سے تعلقات بھی جائز ہو جاتے ہیں۔

عید کے دن کیے جانے والے اعمال کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جمرہ عقبہ کو کنکری مارنا۔

قربانی کا جانور ذبح کرنا۔

سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا۔

طواف اور سعی کرنا۔

سنت یہ ہے کہ ان اعمال کو اسی ترتیب سے انجام دے، لیکن اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو اور بعض کو بعض پر مقدم یا موئخر کردے تو کوئی حرج نہیں۔

۷- حاجی منیٰ میں گیارہویں اور بارہویں تاریخ کی رات گزارے۔

۸- گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو زوال (دوپہر) کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں مارے۔ پہلے جمرہ اُولی (جو مکہ سے سب سے دور ہے) کو سات سات کنکریاں پے در پے مارے، ہر کنکری کے ساتھ 'اللہ اکبر' کہے۔ جب فارغ ہو جائے تو بھیڑ سے تھوڑا آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر، ہاتھ اٹھائے اور اپنی پسند سے جو چاہے دیر تک اللہ سے دعا کرے، پھر دوسرے جمرہ کو اسی طرح سات کنکریاں مارے اور اس کے بعد بھی اسی انداز میں دعا کرے، جیسے پہلے جمرہ کے بعد کی تھی۔ پھر تیسرے جمرہ کو کنکریاں مارے، لیکن اس کے بعد دعا کے لیے نہ رکے۔

۹- جب بارہویں تاریخ کو تینوں جمرات کی رمی مکمل کرلے، تو اگر چاہے تو منیٰ

میں تیرہویں تاریخ تک ٹھہرے اور اُس دن بھی زوال کے بعد جمرات کو کنکری مارے اوریہی افضل ہے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کا عمل ہے اور یہ نیکی کے عمل میں اضافہ ہے۔ لیکن اگر چاہے تو دو دن میں (یعنی گیارہویں اور بارہویں کو) رمی کر کے جلدی کر سکتا ہے، بشرطیکہ بارہویں تاریخ کو غروبِ آفتاب سے پہلے منیٰ سے روانہ ہو جائے۔

ان دنوں میں تکبیر (اللہ اکبر کہنا) اور ذکرِ الٰہی کثرت سے کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ فِيٓ أَيَّامٖ مَّعۡدُودَٰتٖۚ ... ﴿٢٠٣﴾ ﴾

"اور اللہ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں، یعنی ایام تشریق میں کرو"۔ [البقرة:٢٠٣]

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: " ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہیں"۔[1]

اس کے ساتھ ہی حج کے اعمال مکمل ہو گئے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم أیام التشریق، حدیث نمبر (١١٤١) راوی حدیث: نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ۔

طوافِ وداع

جب حاجی تمام اعمالِ حج مکمل کرلے اور اپنے وطن واپس جانے کا ارادہ کرے، تو بیت اللہ کا آخری طواف کرنے سے پہلے مکہ شہر سے نہ نکلے، اور اسی طواف کو اپنے تمام کاموں میں سب سے آخری عمل بنائے۔

حائضہ عورت اور نفاس والی عورت پر طوافِ وداع واجب نہیں، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: "لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ مکہ میں ان کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو، مگر حیض والی عورت کو چھوٹ دی گئی ہے"۔[1]

ممنوعاتِ احرام

ممنوعات احرام: وہ چیزیں ہیں جو احرام کی حالت میں صرف احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔

ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- سر کے بال منڈوانا یا زایل کرنا، اور جمہور علماء نے اس میں جسم کے باقی حصوں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف الوداع، حدیث نمبر: (۱۷۵۵)، اور صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع، (۱۳۲۸/ ۳۸۰)۔

کے بال بھی شامل کیے ہیں۔

۲- ہاتھوں یا پاؤں کے ناخن کاٹنا، جمہور علماء نے اسے بالوں کے حکم میں شامل کیا ہے کیونکہ دونوں کا تعلق آرام وزیبائش سے ہے۔

۳- احرام باندھنے کے بعد جسم یا کپڑوں پر، یا کھانے یا پینے کی چیزوں میں خوشبو کا استعمال کرنا۔

۴- دستانے پہننا، جو کہ ہاتھوں کو ڈھانپنے والے کپڑے ہوتے ہیں۔

۵- شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا چھونا۔

ان پانچ ممنوعات کی خلاف ورزی پر فدیہ دینے کا طریقہ اختیار پر مبنی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سر منڈوانے کے بارے میں ذکر فرمایا، اور باقی ممنوعات کو بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے، اس میں تین چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار ہے: تین دن کے روزے رکھنا، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا — ہر مسکین کو آدھا صاع دینا — یا ایک بکری ذبح کرنا ہے۔ کھانا یا ذبیحہ محتاجوں میں تقسیم کیا جائے گا، یا تو مکہ میں یا تو وہ جگہ جہاں ممنوع کام کیا گیا ہو۔

۶- جماع کرنا، اگر یہ عمل حج میں تحللِ اوّل سے پہلے ہو جائے تو اس پر چار چیزیں مرتب ہوتی ہیں:

وہ حج جس میں جماع ہوا ہو باطل ہو جاتا ہے۔

اس حج کو مکمل کرنا پھر بھی واجب ہوتا ہے۔

آئندہ سال اس حج کی قضا کرنا واجب ہوتا ہے۔

ایک اونٹ بطور فدیہ ذبح کرنا واجب ہوتا ہے، جس کا گوشت مکہ کے یا اسی جگہ کے مساکین میں تقسیم کرے جہاں یہ عمل سرزد ہوا ہو۔

۷- نکاح کرنا، اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں، لیکن نکاح باطل ہو جاتا ہے، چاہے احرام کی حالت میں شوہر ہو یا بیوی، ولی ہو یا وکیل، سب کے لیے حکم یکساں ہے۔

۸- جنگلی جانور کا شکار کرنا۔ اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ کفارے کی صورت یہ ہے کہ اس کے مثل جانور کو ذبح کرے اور حرم کے غریبوں میں تقسیم کرے، یا اس جانور کی مالیت کے برابر کھانا خرید کر فقراء حرم کو دے، یا ہر مسکین کے بدلے ایک دن روزہ رکھے۔

یہ آٹھ ممنوعاتِ احرام ہر محرم پر حرام ہیں، خواہ مرد ہو یا عورت۔ اور درجِ ذیل دو ممنوعاتِ احرام صرف مردوں کے ساتھ خاص ہیں:

۱- سر کے ساتھ چپکی ہوئی چیز سے سر ڈھانپنا، البتہ سر سے نہ چپکنے والی چیزیں جیسے خیمہ، چھتری، اور گاڑی وغیرہ کی چھت سے سر پر سایہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲- سلا ہوا لباس پہننا، یعنی ایسا کپڑا جو پورے جسم، یا جسم کے کسی حصے یا عضو کے مطابق سلا گیا ہو، جیسے قمیص، پاجامہ، اور موزے۔ لیکن چادر یا ازار اگر پیوند لگی ہو تو پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح انگوٹھی، گھڑی، چشمہ، آلہ سماعت، پرس اور اس جیسی دوسری چیزیں استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

درجِ ذیل ممنوعاتِ احرام صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہیں:

چہرے کو کسی بھی طریقہ سے ڈھانپنا، البتہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ صرف نقاب پہننا ممنوع ہے، یعنی ایسا کپڑا جس میں آنکھوں کے لیے سوراخ ہوں، بہتر یہ ہے کہ عورت اپنا چہرہ بالکل نہ ڈھانپے، اگر غیر محرم مرد اسے دیکھنے لگیں تو پھر اسے اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے، خواہ وہ حالتِ احرام میں ہو یا عام حالت میں۔

اور ان خاص ممنوعات کا فدیہ بھی اختیاری ہے، جیسے پچھلے پانچ ممنوعات کا فدیہ اختیاری ہے۔

ان ممنوعات کے مرتکب کا حکم

مذکورہ ممنوعات کا ارتکاب کرنے والے کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی حالت: اگر وہ بغیر کسی ضرورت یا عذر کے ممنوع کام کرے، تو وہ گناہ گار ہے اور اس پر فدیہ لازم ہے۔

دوسری حالت: اگر وہ کسی ضرورت کے تحت یہ کام کرے، تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا، لیکن اس پر فدیہ لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿...فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ...ۚ ١٩٦﴾

"البتہ تم میں سے جو بیمار ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے"۔ [البقرۃ:۱۹۶]

اگر سردی یا گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے سر ڈھانپنے کی ضرورت پیش آ جائے، تو وہ سر ڈھانپ سکتا ہے، مگر اس پر فدیہ لازم ہو گا، اور فدیے میں پہلے بیان کردہ اختیارات میں سے کوئی ایک اختیار کر سکتا ہے۔

تیسری حالت: اگر وہ لاعلمی کی بنیاد پر یا بھول کر یا مجبوری کی حالت میں یا نیند کی حالت میں ممنوعات کا ارتکاب کرے، تو نہ اس پر گناہ ہے اور نہ ہی فدیہ لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿...رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ...٢٨٦﴾

"اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا"۔[البقرة: ۲۸۶]۔

اور حدیث میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے غلطی، بھول چوک اور جس پر انھیں مجبور کیا گیا ہو، معاف کر دیا ہے"۔[1]

مگر جب عذر زائل ہو جائے یعنی اسے ممنوع کام کا علم ہو جائے، یا بھولنے والے کو یاد آجائے، یا مجبوری کی حالت ختم ہو جائے، یا سونے والا بیدار ہو جائے، تو ممنوع چیز سے فوراً باز آجانا ضروری ہے۔

زیارت مسجدِ نبوی

مسجدِ نبوی اُن تین مساجد میں سے ہے جن کی طرف خاص طور پر سفر کرنا جائز ہے، اور وہ تین مسجدیں یہ ہیں: مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ)، مسجد نبوی (مدینہ منورہ)، اور مسجد اقصیٰ (یروشلم)۔ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا، باقی تمام مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے۔ اسی فضیلت کی وجہ سے مسجدِ نبوی کی

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي، حدیث نمبر (۲۰۴۳)(۲۰۴۵) حضرت ابوذر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

زیارت کرنا اور وہاں نماز پڑھنا ہر وقت پر مستحب ہے، یہ حج کے ساتھ خاص نہیں، اور نہ ہی اس کا حج سے کوئی تعلق ہے، حج مسجدِ نبوی کی زیارت کے بغیر بھی مکمل ہوتا ہے، اور اس کے ترک کرنے سے حج میں کوئی کمی نہیں آتی۔ لیکن لوگوں نے اس کو حج کے ساتھ اس لیے ملا دیا ہے تا کہ دونوں جگہوں کا سفر ایک ہی مرتبہ میں ہو جائے، خاص طور پر اُن لوگوں کے لیے جن کے لیے دونوں جگہوں کا علیحدہ علیحدہ سفر کرنا مشکل ہو، جیسے دور دراز کے علاقوں کے لوگ۔

جب مسجد میں داخل ہو تو جتنی چاہے نفل نماز ادا کرے، پھر نبی کریم ﷺ کے روضۂ مبارک پر جائے، وہاں ادب و احترام سے کھڑا ہو اور عرض کرے: "اے اللہ کے نبی! آپ پر سلامتی، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد (ﷺ) پر اور آلِ محمد (ﷺ) پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آلِ ابراہیم پر، یقیناً تو قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے۔ برکت نازل فرما محمد (ﷺ) پر اور آلِ محمد (ﷺ) پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آلِ ابراہیم پر، یقیناً تو قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے۔"

پھر تھوڑا سا دائیں جانب آگے بڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کرے، اور یوں کہے: "اے ابو بکر! آپ پر سلامتی ہو، اے رسول اللہ ﷺ کے

خلیفہ، اللہ آپ سے راضی ہو، اور اُمتِ محمد ﷺ کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا کرے۔"

پھر تھوڑا سا اور دائیں جانب آگے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کرے اور یوں کہے: "اے امیر المؤمنین عمر! آپ پر سلامتی ہو، اللہ آپ سے راضی ہو، اور اُمتِ محمد ﷺ کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے"۔

اور زائر کے لیے مناسب ہے کہ وہ مسجدِ قبا کی طرف باوضو نکلے، اور وہاں جا کر نماز ادا کرے۔

اسی طرح زائر بقیع قبرستان کی زیارت کرے، جو مدینہ منورہ کا قبرستان ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کرے اور ان کی قبر پر پہنچ کر یوں کہے: "اے امیر المؤمنین عثمان بن عفان! آپ پر سلامتی ہو، اللہ آپ سے راضی ہو، اور اُمتِ محمد ﷺ کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا کرے۔" پھر اہلِ بقیع کو سلام کرے اور ان کے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کرے۔

اور وہ اُحد پہاڑ کی طرف نکلے، اور وہاں جا کر نبی ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور وہاں موجود دیگر شہداء کی قبروں کی زیارت کرے، ان کے لیے رضامندی کی دعا کرے، اور ان کے حق میں مغفرت ورحمت کی دعا مانگے۔

اور عورت قبروں کی زیارت نہ کرے، نہ نبی ﷺ کی قبر کی اور نہ ہی کسی اور کی قبر کی۔

مدینہ میں ان چیزوں کے علاوہ کسی اور مسجد یا مقام کا قصد کرنا شرعاً درست نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد ﷺ، اور آپ کے تمام آل واصحاب پر۔

◆◆◆

فہرست

حج کا طریقہ ۲

سفر سے متعلق احکام ۳

حج کب فرض ہوا؟ ۲۱

جو شخص حج یا عمرہ کرنا چاہے تو وہ کہاں سے احرام باندھے؟ ۲۴

حج کے اقسام اور ان میں سے افضل قسم ۲۶

مختصر طور پر حجِ تمتع کا طریقہ، عمرہ کے احرام سے لے کر حج کے اختتام تک ۲۸

طواف وداع ۳۷

ممنوعاتِ احرام ۳۷

ان ممنوعات کے مرتکب کا حکم ۴۰

زیارت مسجدِ نبوی ۴۲

رئاسة الشؤون الدينية
بالمسجد الحرام والمسجد النبوي

رسالة الحرمين

حرمین کا پیغام

مسجد حرام اور مسجد نبوی کے زائرین کے لیے
مختلف زبانوں میں رہنمائی کرنے والی شرعی کتابیں

978-603-8534-51-9